ٹیلیفون نمبر ۳۳ — رجسٹرڈ ایل نمبر ۸۳۵

روزنامہ

# الفضل قادیان

خطبہ نمبر ۲۳

یوم شنبہ

جلد ۳۳ | ۲۳ ماہ احسان ۱۳۲۴ ہش | ۱۲ رجب ۱۳۶۴ھ | ۲۳ جون ۱۹۴۵ء | نمبر ۱۴۶

## مدینۃ المسیح

قادیان ۲۲ ماہ احسان۔ سیدنا حضرت امیر المومنین خلیفۃ المسیح الثانی المصلح الموعود ایدہ اللہ بنصرہ العزیز کے متعلق آج سوا سات بجے شام کی ڈاکٹری اطلاع مظہر ہے۔ کہ حضور کی طبیعت آج صبح اچھی تھی۔ حضور نے خطبہ جمعہ خود پڑھا۔ لیکن بعد نماز جمعہ نقرس کے درد میں اضافہ ہو گیا۔ احباب حضور کی صحت کے لئے دعا فرمائیں۔ نماز جمعہ کے بعد حضور نے حضرت حافظ محمد الدین صاحب ساکن لاہور کا جنازہ غائب پڑھا۔

حضرت ام المومنین مدظلہا العالی کی طبیعت سر درد کی وجہ سے ناساز ہے۔ احباب دعائے صحت کریں۔

نظارت دعوۃ و تبلیغ کی طرف سے مولوی محمد اسمٰعیل صاحب دیا لگڑھی کو انتھال ضلع گوجرانوالہ جلسہ میں شمولیت کے لئے بھیجا گیا ہے
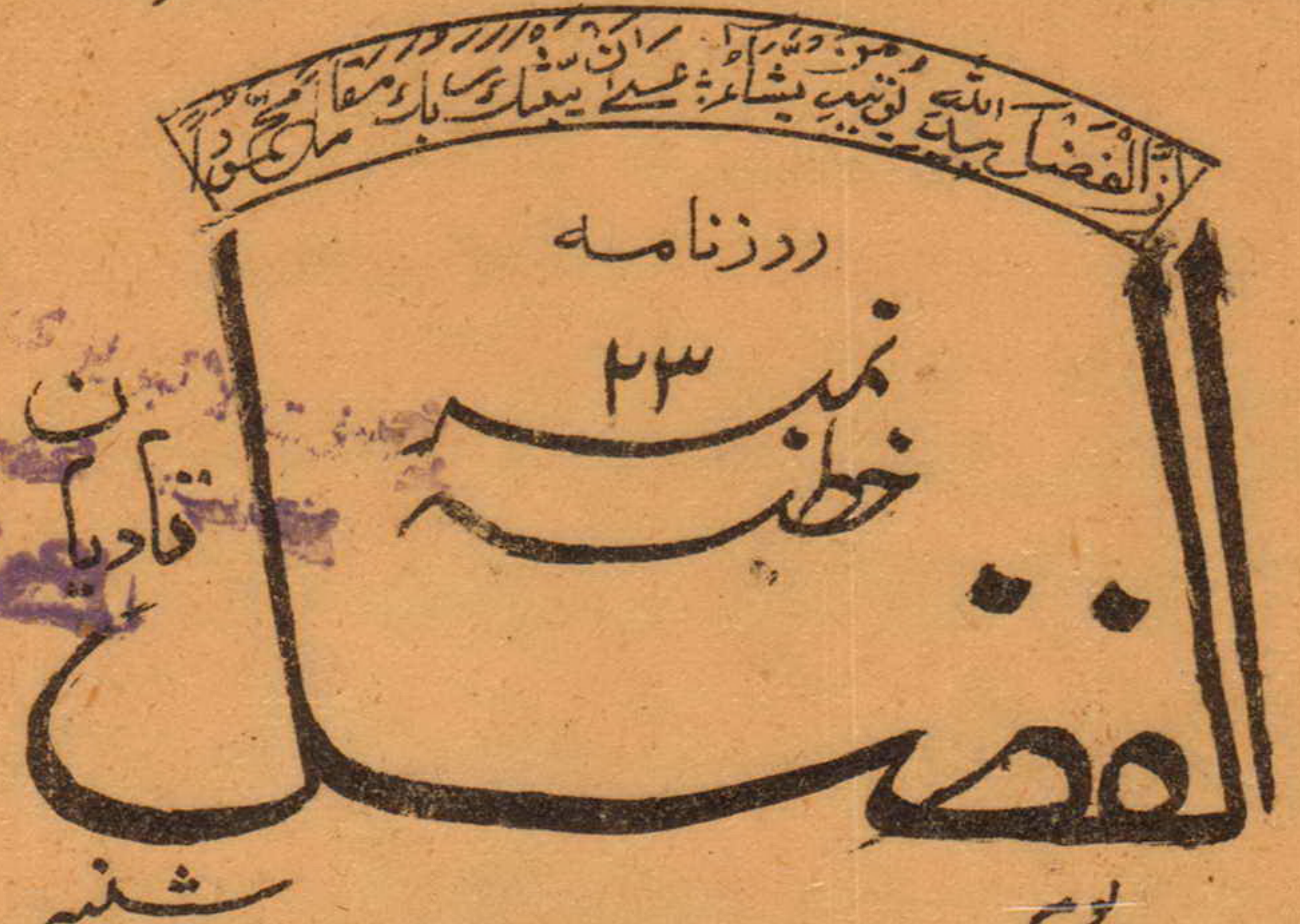




# خطبہ جمعہ

## حضرت امام جماعت احمدیہ ایدہ اللہ کا پیغام ہندوستان کے سیاسی لیڈروں کے نام

## انگلستان ہندوستان کیطرف اپنا صلح کا ہاتھ بڑھا رہا ہے

### برطانی پیشکش کو قبول کرنا اپنے آپ پر اور اپنی آئندہ آنیوالی نسلوں پر احسان عظیم کرنا ہے

از حضرت امیر المومنین خلیفۃ المسیح الثانی ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز

فرمودہ ۲۲ ماہ احسان ۱۳۲۴ ہش مطابق ۲۲ جون ۱۹۴۵ء

(مرتبہ :- مولوی محمد یعقوب صاحب مولوی فاضل)

سورۂ فاتحہ کی تلاوت کے بعد فرمایا :-

قریباً ساڑھے پانچ ماہ کا عرصہ ہوا۔ کہ اسی مقام پر میں نے ایک خطبہ[1] پڑھا تھا۔ جس میں

### انگلستان اور ہندوستان

کو میں نے اس امر کی طرف توجہ دلائی تھی۔ کہ انہیں آپس میں صلح کرنے کی کوشش کرنی چاہیئے کیونکہ خدائی تقدیر میں بعض ایسے حادثات مقدر ہیں۔ جن کا علم اس نے متعدد بار مجھ کو دیا ہے۔ جو آئندہ نہایت ہی خطرناک فتنے پیدا کرنے کا موجب ہونے والے ہیں۔ اور نہ صرف خدا تعالیٰ نے مجھے ان حادثات کا علم دیا ہے۔ بلکہ ان کے متعلق بعض تفاصیل بھی اس نے مجھے بتائی ہیں۔ وہ خطبہ گو الہام کی بناء پر نہیں تھا۔ لیکن

**مختلف الہاموں اور کشوف اور رویا کے نتیجہ میں**

تھا۔ اور ان کو پورا کرنے کی تحریک کے طور پر ہی میں نے پڑھا تھا۔ اللہ تعالیٰ اپنے بندے کی زبان کو بسا اوقات اپنی زبان بنا لیتا ہے۔ جس وقت میں نے وہ خطبہ دیا تھا۔ اس وقت کسی کے وہم اور گمان میں بھی یہ بات نہیں تھی۔ کہ ہندوستان اور انگلستان کے درمیان سمجھوتہ کی کوئی صورت پیدا ہونے والی ہے۔ بلکہ

**ہندوستانی اور انگریز دونوں مایوس**

نظر آتے تھے۔ اور اس بارہ میں کوئی نیا قدم اٹھانے کے لئے کوئی جہت تیار نہیں تھی۔ اس زمانہ کے قریب قریب عرصہ میں بلکہ غالباً

[1] یہ خطبہ حضور نے ۱۲ جنوری کو پڑھا تھا۔ جو ۱۷ جنوری کے الفضل میں شائع ہو چکا ہے۔



ایڈیٹر :- غلام نبی

بھائی عبد الرحمٰن صاحب قادیانی پرنٹر و پبلشر نے ضیاء الاسلام پریس قادیان میں چھپا اور قادیان سے شائع

اس کے بعد بھی پارلیمنٹ میں جو سوالات ہوئے اُن کے جوابات بھی نہایت مایوس کن تھے اور ہندوستان کے لوگ بھی آئندہ کسی نیک تغیر کے متعلق اپنے دلوں میں کوئی امیدیں نہیں رکھتے تھے۔ لارڈ ویول جو اس وقت ہندوستان کے وائسرائے ہیں۔ ان کے متعلق عام طور پر یہ خیال کیا جاتا تھا کہ یہ

ہندوستان کے مطالبات کے خلاف

ہیں۔ چنانچہ جب یہ ہندوستان میں افواج کے کمانڈر انچیف تھے اور سر کرپس یہاں آئے اُس وقت عام طور پر یہ کہا جاتا تھا کہ سر کرپس کی تحریک اگر ناکام رہی ہے تو اس کی بڑی وجہ لارڈ ویول کی مخالفت ہی تھی۔ گویا لارڈ ویول وہ شخص ہیں۔ جن کے متعلق لوگوں میں یہ خیال تھا۔ خواہ یہ خیال غلط ہی کیوں نہ تھا کہ وہ ہندوستان کی آزادی اور ہندوستان کے حقوق کے خلاف ہیں۔ مگر ایسے وقت میں جبکہ یہ سمجھا جاتا تھا کہ

ہندوستان کو آزاد کرنے کا سوال

اب ایک عملی پالٹکس کے طور پر انگلستان کے سیاسی مدبروں کے سامنے نہیں آسکتا۔ اور ایسے وقت میں جب ہندوستان کے مدبّر بھی کسی تبدیلی کے متعلق امید رکھنے سے مایوس ہو چکے تھے۔



اللہ تعالیٰ نے مجھے اس بات کی تحریک فرمائی

کہ میں انگلستان اور ہندوستان کو سمجھوتہ کی دعوت دُوں۔ مَیں نے اپنے اُس خطبہ میں بیان کیا تھا کہ میری آواز ایک ایسی چھوٹی سی جماعت کے امام کی آواز ہے۔ جو سیاسی طور پر کسی گنتی اور شمار میں نہیں ہے۔ لیکن ساتھ ہی میں نے کہا تھا کہ باوجود اس بات کے جاننے کے ہمیں سمجھ لینا چاہئے۔ کہ اس دنیا کا ایک زندہ خدا ہے۔ اور اُس میں یہ طاقت ہے کہ وہ

میری آواز کو بلند کردے

یہ خطبہ چھپا ہوا موجود ہے۔ دوستوں اور دشمنوں نے اس کو پڑھا ہے۔ بلکہ ولایت میں شمس صاحب نے اس کا ترجمہ پارلیمنٹ کے بہت سے ممبروں کے پاس بھی بھجوا دیا تھا۔ جس کے جواب میں بہت سے ممبروں نے شکریہ کے خطوط لکھے اُن میں سے بعض "الفضل" میں شائع بھی ہو چکے ہیں۔ میرے اس خطبہ کے معاً بعد اللہ تعالیٰ نے

اس قسم کے سامان

پیدا کر دیئے کہ چوہدری ظفر اللہ خان صاحب کو گورنمنٹ نے کسی کام کے لئے انگلستان بھجوایا اور باوجود اس کے کہ وہ برطانوی گورنمنٹ کے نمائندہ تھے اُس نے انگلستان میں اُن سے اس قسم کی تقریر کروائی جس میں انہوں نے میرے خطبہ کے بیان کردہ مطالب کو اپنی زبان میں انگلستان کے لوگوں کے سامنے رکھا سیاسی طور پر چوہدری ظفر اللہ خان صاحب سے بھی بڑی پوزیشن رکھنے والے آدمی وہاں جاتے ہیں لیکن کبھی کسی کی تقریر کی طرف اتنی توجہ نہیں دی گئی۔ جتنی کہ اس تقریر کی طرف۔ متواتر کئی دن تک انگلستان کے سربرآوردہ اخبارات میں بڑے بڑے لیڈروں نے چوہدری صاحب کی آواز کے خلاف یا اس کی تائید میں مضامین لکھے اور اس طرح وہ آواز جو میں نے قادیان سے بلند کی تھی سارے انگلستان میں پہنچ گئی۔ انگلستان سے امریکہ کے نمائندوں نے تاروں کے ذریعہ اس کو امریکہ میں پھیلایا اور رائٹر کے نمائندہ نے اس آواز کو ہندوستان میں پہنچایا اور پھر ہندوستان کے مختلف گوشوں سے

اسکی تائید میں آوازیں بلند

ہونی شروع ہوگئیں۔ اس طرح وہ بات جو میں نے اپنے اُس خطبہ میں بیان کی تھی پوری ہوگئی کہ مجھے اپنی آواز کے ہوا میں اُڑ جانے کا کیا خوف ہو سکتا ہے جبکہ ہو سکتا ہے کہ اللہ تعالیٰ میری ہوا میں اُڑنے والی آواز کو بھی لوگوں کے کانوں تک پہنچا دے۔ یہ ریڈیو آخر ہوا میں سے ہی آواز کو پکڑنے کا آلہ ہے۔ اگر ریڈیو کے ذریعہ آوازیں ایک مقام سے دوسرے مقام تک پہنچ سکتی ہیں۔ تو ہمارے خدا میں بھی یہ طاقت ہے کہ وہ اپنے ریڈیو سے کام لیتے ہوئے میری آواز کو دنیا کے کناروں تک پہنچا دے۔ خدا نے میری اس بات کو پورا کیا اور ہندوستان اور انگلستان کے باہمی مفاد کے لئے میں نے جس آواز کو بلند کیا تھا وہ ہندوستان اور انگلستان اور امریکہ میں تھوڑے ہی دنوں میں گونجنے لگ گئی لیکن یہ آواز جو بلند ہوئی تھی اس کی تکمیل کے لئے ابھی ایک ایسے انسان کی ضرورت تھی جو ان معاملات میں صاحب اقتدار ہو چنانچہ اللہ تعالیٰ نے اس غرض کیلئے وہ شخص چُنا

جس کے متعلق کہا جاتا تھا۔ کہ انہیں ہندوستان کے معاملات میں کوئی دلچسپی نہیں۔ وہ ہندوستان کی آزادی کے حق میں نہیں بلکہ یہاں تک کہا جاتا تھا۔ کہ سر کرپس جو ہندوستان میں آزادی کی تجاویز لائے تھے۔ ان کی تجاویز میں اگر کسی نے رخنہ ڈالا۔ تو وہ لارڈ ویول ہی تھے۔ غرض وہی شخص جس پر یہ بدظنی اور بدگمانی کی جاتی تھی۔ اس تقریر پر دو تین مہینہ گزرنے کے بعد ہی

## اللہ تعالیٰ نے اس کے دل میں ایسی تحریک

پیدا کی۔ کہ وہ ہندوستان سے انگلستان پہنچا۔ تاکہ وہ وزارت سے یہ مطالبہ کرے۔ کہ وقت آ گیا ہے۔ کہ ہندوستان کو آزاد کر دیا جائے۔ اور جیسا کہ انگلستان کے اخبارات سے پتہ لگتا ہے۔ وزارت کے ایک حصہ نے سختی سے ان کی تجاویز کی مخالفت کی۔ یہاں تک کہ اخبارات میں شائع ہوا۔ کہ

## لارڈ ویول استعفیٰ دینے کیلئے تیار

ہو گئے ہیں۔ وہ کہتے ہیں۔ کہ اگر ہندوستان کی آزادی کے متعلق میری بات نہ مانی گئی۔ تو میں اپنے عہدہ سے مستعفی ہو جاؤنگا۔ چنانچہ برابر چھ ہفتے تک اس قسم کی خبریں آتی رہیں۔ بعض وزراء پر یہ الزام لگایا گیا۔ کہ وہ لارڈ ویول کی تجاویز کی مخالفت کر رہے ہیں۔ اور لارڈ ویول کی طرف یہ بات منسوب کی گئی۔ کہ وہ سختی کے ساتھ اپنی تجاویز پر مصر ہیں اور کہتے ہیں۔ کہ میں اپنی باتیں منوا کر چھوڑونگا۔ ورنہ اپنے عہدے سے الگ ہو جاؤں گا۔ اور حق یہ ہے۔ کہ اگر



## غیر معمولی سامان خدا تعالیٰ کی طرف سے

پیدا نہ ہوتے۔ تو غالباً لارڈ ویول مایوس ہونے کی حالت میں ہی ہندوستان واپس آتے یا اگر ان کے مستعفی ہونے کی خبر سچی تھی۔ تو بجائے مایوس واپس آنے کے وہ استعفیٰ دیکر الگ ہو جاتے۔ لیکن اس دوران میں

## خدا تعالیٰ نے یہ سامان کیا

کہ لیبر پارٹی نے یہ فیصلہ کر لیا۔ کہ ہم مشترک وزارت سے علیحدہ ہونا چاہتے ہیں۔ لیبر پارٹی کے اس فیصلہ پر مسٹر چرچل وزیر اعظم نے فوراً

## نئے انتخابات کا اعلان

کر دیا۔ باوجود اس کے کہ لیبر پارٹی نے زور دیا۔ کہ ابھی ایسا نہ کیا جائے۔ اور باوجود اس کے کہ لیبر پارٹی کی تعداد پارلیمنٹ میں تھوڑی تھی۔ اور اسکے الگ ہونے سے گورنمنٹ کو کوئی نقصان نہیں پہنچ سکتا تھا۔ مسٹر چرچل نے اصرار کیا۔ کہ ہم نیا انتخاب کرائینگے۔ جب انہوں نے اس بات پر اصرار کیا۔ اور لیبر پارٹی نے سمجھ لیا۔ کہ اسے اب بہرحال مقابلہ کرنا پڑیگا۔ تو اس نے اپنا آئندہ پروگرام تیار کیا۔ جس میں ایک تجویز یہ رکھی۔ کہ

269

## ہندوستان کو آزادی کا حق

دے دیا جائے۔ لارڈ ویول کی تجاویز پر بیشک گورنمنٹ نے مشورہ کیا تھا۔ اور اس میں لیبر پارٹی کے ممبر بھی شامل تھے۔ لیکن وزارت جس میں کثرت کنزرویٹو پارٹی کی تھی۔ وہ ابھی اس فیصلہ کو شائع کرنے کیلئے تیار نہیں تھی۔ اور باوجود فیصلہ کے وہ اسکے راستہ میں روکیں پیدا کر رہی تھی۔ لیکن خدا نے ان روکوں کو دور کرنے کا یہ سامان کیا۔ کہ لیبر پارٹی نے اعلان کر دیا۔ کہ ہم آئندہ الیکشن میں ہندوستان کی آزادی کا سوال اٹھائینگے اور ملک کے سامنے یہ بات رکھیں گے۔ کہ کنزرویٹو ہندوستان کو آزادی دینا نہیں چاہتے۔ اور اس طرح وہ حکومت کو کمزور کر رہے ہیں۔ اگر تم نے ہم کو حکومت میں بھیج دیا۔ اور لیبر پارٹی برسر اقتدار آ گئی۔ تو ہم ہندوستان کو آزاد کر دیں گے اور اس طرح انگلستان اور ہندوستان کے درمیان جو ایک پرانا جھگڑا چلا آ رہا ہے۔ وہ دور ہو جائیگا۔ اور برطانوی حکومت پہلے سے زیادہ مضبوط ہو جائیگی۔ جب لیبر پارٹی کی طرف سے یہ اعلان ہوا۔ تو کنزرویٹو پارٹی مجبور ہو گئی۔ کہ وہ بھی ہندوستان کی آزادی کا سوال اٹھائے۔ اگر کنزرویٹو پارٹی یہ سوال نہ اٹھاتی۔ تو آئندہ الیکشن میں اس کو سخت مشکلات پیش آنے کا خطرہ تھا۔ یہ تیسری غیر معمولی بات تھی۔ جو پیدا ہوئی۔ اور اللہ تعالیٰ نے ایسے سامان پیدا کر دیئے۔ کہ کنزرویٹو پارٹی اپنے فیصلے کو جلد تر نافذ کرنے پر مجبور ہو گئی۔ ورنہ نئے انتخابات میں اس کے لئے کامیابی کا حاصل کرنا بہت مشکل ہو جاتا۔ کیونکہ انگلستان کی عام رائے اس بات کے حق میں ہے۔ کہ اب ہندوستان کو کسی نہ کسی طرح خوش کرنا چاہیئے۔ ورنہ برطانوی حکومت کمزور ہو جائیگی۔ اس تغیر کے نتیجہ میں وہ بات جس کے لئے لارڈ ویول چھ ہفتے سے انگلستان میں مقیم تھے۔ اور جس کے اکثر حصے کا تصفیہ ہو چکا تھا۔ مگر اعلان میں بعض روکیں حائل تھیں۔ اس کا دو تین دنوں میں ہی اعلان ہو گیا۔ وہ انگلستان سے ہندوستان واپس آ گئے۔ اور انہوں نے ہندوستان کے سامنے آزادی کی سکیم پیش کر دی۔ یہ ایک عجیب بات ہے۔ کہ اس سکیم میں تقریباً وہی فقرات درج ہیں۔ جو میرے خطبہ میں تھے۔ انہوں نے لکھا ہے۔ کہ انگلستان ہندوستان کی طرف اپنا صلح کا ہاتھ بڑھاتا ہے۔ کیونکہ آئندہ سخت خطرات پیش آنیوالے ہیں۔ ہندوستان کو اپنے جائز مقام اور جائز حق کے حاصل کرنے میں کوتاہی نہیں کرنی چاہیئے۔ یہ ہندوستان کا کام ہے۔ کہ وہ اس پیشکش کو قبول کرے اور پرانے

زخموں کو تازہ نہ کرے۔ یہ ویسا ہی فقرہ ہے جیسے میں نے کہا تھا کہ سنئے سمجھتا ہیں پرانی باتیں بھول جانی چاہئیں۔ یہ وہ پیش کش ہے۔ جو اسوقت ہندوستان کے سامنے ہے۔ اور چونکہ یہ

## غیر معمولی آسمانی سامانوں

کے ساتھ پیش ہوئی ہے۔ اس لئے میں سمجھتا ہوں کہ یہ خدائی پیشکش ہے اور

## ہندوستان کی نہایت ہی بدقسمتی

ہوگی کہ اگر اس نے اس پیشکش کو رد کردیا۔

میں تو سمجھ ہی نہیں سکتا کہ ہندوستانی لیڈر باوجود اس کے کہ ان میں بعض بڑے بڑے سمجھدار اور بڑے بڑے عقلمند ہیں۔ کس طرح اس بات کو نظر انداز کر رہے ہیں۔ کہ انگریزوں کے ہاتھ میں سو فیصدی اختیارات کے ہوتے ہوئے اگر وہ آزادی کی امید رکھتے ہیں تو

## نوے فی صدی اختیارات

اگر ان کے اپنے ہاتھ میں آجائیں تو کیوں وہ آزادی کی امید نہیں رکھ سکتے۔ اگر انگریزوں کو دشمن سمجھ لیا جائے تو بھی یہ غور کرنا چاہیئے کہ اگر کسی دشمن کے پاس سو بندوقیں ہوں۔ لیکن دوسرے شخص کے پاس کوئی ایک بندوق بھی نہ ہو۔ اور اس حالت میں بھی وہ سمجھتا کہ میں اپنے دشمن کا مقابلہ کرکے جیت جاؤں گا۔ تو اگر فرض کرو اس کا دشمن اسے کہے کہ نوے بندوقیں تم مجھ سے لے لو۔ اور دس میرے پاس رہنے دو۔ تو ایسی حالت میں اگر وہ کہے کہ میں نوے نہیں لوں گا جب دوگے سو ہی لونگا تو کیا ایسے شخص کو کوئی بھی عقلمند کہہ سکتا ہے۔ یقیناً ہر شخص اسے

## نادان اور ناسمجھ

ہی قرار دے گا۔ اسی طرح خواہ کچھ کہہ لو۔ اس میں کچھ شبہ نہیں کہ ہندوستان کو جو بھی اختیارات ملیں زیادہ ملیں تب بھی اور کم ملیں تب بھی وہ اختیارات بہر حال ہندوستان کے لئے مفید اور بابرکت ہوں گے۔ اور وہ ہندوستان کو پہلے کی نسبت آزادی کے زیادہ قریب کردیں گے۔ پس میرے نزدیک ہندوستان کو اس پیشکش کو قبول کرنا انگریزوں سے صلح کرنا نہیں۔ بلکہ اپنے آپ پر اور اپنی

## آئندہ آنے والی نسلوں پر احسان عظیم

کرنا ہے۔ دو سو سال سے ہندوستان

## غلامی کی زندگی

بسر کرتا چلا آیا ہے۔ اور یہ ایک ایسی خطرناک بات ہے۔ جو انسانی جسم کو کھوکھلا کردیتی ہے۔ بیشک بعض لوگ ایسے اعلیٰ اخلاق کے مالک ہوتے ہیں۔ کہ خواہ انہیں قید خانوں کے اندر رکھا جائے۔ تب بھی وہ آزاد ہوتے ہیں۔ غلامی ان کے قریب بھی نہیں آتی۔ مگر بیشتر حصہ بنی نوع انسان کا ایسا ہی ہوتا ہے۔ جو ظاہری غلامی کے ساتھ دلی غلام بھی بن جاتا ہے۔ ہم ہندوستان میں روزانہ اس قسم کے نظارے دیکھتے ہیں۔ جو اس غلامی کا ثبوت ہوتے ہیں۔ جو ہندوستانیوں کے قلوب میں پائی جاتی ہے۔ ان واقعات کو دیکھنے کے بعد کون شخص

## ہندوستانیوں کی غلامی سے انکار

کرسکتا ہے۔

اسی ضلع کی بات ہے یہاں ایک دفعہ ایک انگریز ڈپٹی کمشنر آئے۔ ان کو شکار کا شوق تھا۔ یہ میرے ابتدائی ایام خلافت کا واقعہ ہے۔ یا حضرت خلیفہ اول رضی اللہ عنہ کی وفات کے قریب کی بات ہے۔ بہر حال وہ ایک دن شکار کے لئے نکلے تو ایک جوہڑ میں جو کسی گاؤں کے پاس تھا۔ نمبردار کی بطخیں تیر رہی تھیں۔ کسی غلطی سے انہیں کہدیا کہ مگھ آئے ہوئے ہیں۔ انہوں نے فائر کردیا۔ فائر کے بعد جب وہ قریب گئے تو سمجھ گئے یہ تو بطخیں تھیں جن کو غلطی سے مگھ سمجھ کر فائر کردیا گیا ہے۔ انہوں نے نمبردار کو بلایا۔ اور پانچ روپے کا نوٹ اپنی جیب سے نکال کر اسے دیا کہ لو یہ روپے میں تمہیں دیتا ہوں۔ مگر وہ اس ذہنیت کی وجہ سے کہیں ڈپٹی کمشنر کو یہ احساس نہ ہو جائے کہ میں نے ان کے فعل کو برا سمجھا ہے کہنے لگا صاحب شکار تو آپنے مارا ہے مجھے کیا انعام دے رہے ہیں۔ ڈپٹی کمشنر نے کہا بیشک شکار ہم نے مارا ہے۔ لیکن تم یہ روپے لے لو۔ مطلب یہ تھا کہ یہ تمہاری بطخوں کی قیمت ہے۔ میں نے غلطی سے ان کو مار ڈالا ہے۔ اب یہ روپے ان کی قیمت کے طور پر لے لو۔ مگر وہ یہی کہتا رہا کہ آپ مجھے کیوں انعام دیتے ہیں۔ شکار تو آپنے کیا ہے۔

## یہ ذہنیت اور کسی ملک میں

نظر نہیں آسکتی۔ یہاں اگر انگریز کسی کو مارتا بھی چلا جائے۔ تو اُس میں جرأت نہیں ہوتی کہ وہ اس کے مقابلہ میں اپنی زبان ہلا سکے اب تو پھر بھی لوگوں میں کچھ آزادی کی روح پیدا ہو گئی ہے۔

لیکن آج سے چند سال پہلے یہ حال تھا۔ کہ کسی انگریز کے ساتھ لوگ ریل کے ایک کمرہ میں بھی سوار نہیں ہو سکتے تھے۔ اگر کسی ڈبہ میں انگریز بیٹھا ہوتا تھا۔ تو بڑے بڑے ہندوستانی افسر وہاں سے ٹل جاتے تھے۔ کہ صاحب بہادر اندر بیٹھے ہیں۔ خواہ صاحب بہادر ان کے نوکروں سے بھی ادنے ہوں۔



### ہندوستان کے لوگوں کی یہ حالت

جو بیان کی گئی ہے۔ اس میں اعلےٰ اخلاق کے لوگ شامل نہیں۔ ان لوگوں کی تو یہ حالت ہوتی ہے۔ کہ خواہ وہ صلیب پر لٹک رہے ہوں۔ یا جیل خانو میں بند ہوں۔ تب بھی وہ آزاد ہوتے ہیں۔ کیونکہ اصل آزادی جسم کی آزادی نہیں بلکہ دل کی آزادی ہے۔ آزاد قوموں کے جرنیل جب لڑائی میں پکڑے جاتے ہیں تو کیا تم سمجھتے ہو وہ غلام بن جاتے ہیں۔ وہ غلام نہیں بلکہ آزاد ہوتے ہیں۔ بے شک انہیں بند جگہوں میں رکھا جاتا ہے لیکن بند جگہوں میں رہنے کے باوجود وہ آزاد ہوتے ہیں۔ مگر ہندوستان وہ ملک ہے جس کا بیشتر حصہ بلکہ

### ننانوے فی صدی حصہ

غلام ہو چکا ہے۔ اس قسم کی حالت کو اگر لمبا کیا جائے۔ تو اس سے زیادہ اپنی قوم کے ساتھ اور کوئی دشمنی نہیں ہو سکتی۔ میں تو کہتا ہوں ایک ویٹو کیا۔ اگر وائسرائے کو دس ویٹو بھی دے دیئے جائیں تب بھی اس تغیر کی وجہ سے ہندوستان میں جو آزادی کی روح پیدا ہوگی۔ وہ اس قابل ہے۔ کہ اس کو خوشی سے قبول کیا جائے۔ جب تک ہندوستانیوں کے ذہن سے یہ نہیں نکل جائیگا۔ (اور ہندوستانیوں سے مراد جیسا کہ میں پہلے بھی بیان کر چکا ہوں عوام الناس ہیں نہ کہ اعلےٰ طبقہ کے لوگ) کہ وہ انگریزوں کے غلام ہیں اس وقت تک ہندوستان سے کسی بہتری یا

### کسی بڑے کام کی امید رکھنا

بالکل فضول اور عبث ہے۔ لیڈر ہونا اور بات ہے۔ لیکن کام عوام الناس کیا کرتے ہیں۔ ہٹلر نے انگلستان سے لڑائی کی۔ اور بے شک بڑی جرأت اور بہادری دکھلائی مگر لڑا ہٹلر نہیں بلکہ جرمن قوم لڑی۔ سٹالن نے بے شک ایک اعلیٰ مہارت جرنیل کی دکھائی۔ اور لوگ سٹالن کی تعریف کرتے ہیں لیکن سٹالن سٹالن نہیں بن سکتا تھا۔ جب تک روس کا ہر آدمی بہادر اور دلیر نہ ہوتا

انگلستان میں مسٹر چرچل نے بے شک بڑا کام کیا ہے۔ لیکن مسٹر چرچل یہ کام کر سکتے تھے۔ اگر ہر انگریز اپنے اندر وہ اخلاق نہ رکھتا۔ جو عام طور پر انگریزوں میں پائے جاتے ہیں۔ اسی طرح مسٹر روز ویلٹ کو بھی بڑی عزت اور شہرت حاصل ہوئی۔ مگر ان کو عزت اور شہرت اسی وجہ سے حاصل ہوئی۔ کہ امریکن لوگوں نے

### قربانی کی ایک بے نظیر روح

دکھائی۔ ہندوستان میں بھی بے شک گاندھی جی کو اونچا کرنے کے لئے لوگ کتابیں لکھتے اور تقریریں کرتے ہیں۔ لیکن کوئی اکیلا گاندھی یا دو درجن گاندھی یا بیس درجن گاندھی یا ہزار گاندھی بھی ہندوستان کو آزاد نہیں کرا سکتا۔ جب تک

### عوام الناس میں آزادی کی روح

پیدا نہ ہو۔ پس صرف گاندھی اور نہرو کو دیکھ کر یہ خیال کر لینا کہ ہندوستان ترقی کر رہا ہے محض حماقت ہے۔ چند بڑے بڑے لیڈروں کی وجہ سے یہ سمجھ لینا کہ ہندوستان میں آزادی کی روح پیدا ہو گئی ہے۔ ویسی ہی جہالت کی بات ہے۔ جیسے بلی کبوتر پر حملہ کرتی ہے۔ تو وہ اپنی آنکھیں بند کر لیتا ہے۔ اور خیال کرتا ہے۔ کہ میں امن میں آگیا ہوں۔ جب تک ہندوستان کے عوام الناس کو ہم آزادی کی روح سے آشنا نہیں کر لیتے۔ جب تک ہندوستان کے مزدوروں کو ہم آزادی کی روح سے آشنا نہیں کر لیتے جب تک ہندوستان کے زمینداروں کو ہم آزادی کی روح سے آشنا نہیں کر لیتے۔ اور جب تک ہم ان میں بیداری اور حرکت پیدا نہیں کر لیتے۔ اس وقت تک نہ ہندوستان آزاد ہو سکتا ہے۔ نہ ہندوستان حقیقی معنوں میں کوئی کام کر سکتا ہے۔ اور یہ آزادی پیدا نہیں ہو سکتی۔ جب تک موجودہ دور بدل نہ جائے۔ جب تک ہندوستانیوں کے ذہن سے یہ نکل نہ جائے۔ کہ ہم غلام ہیں۔ جس دن

### ہندوستانیوں کے ذہن سے غلامی کا احساس

نکل جائیگا۔ اس دن ان میں تعلیم بھی آ جائے گی۔ ان میں جرأت اور دلیری بھی پیدا ہو جائے گی۔ اور ان میں قربانی اور ایثار کی روح بھی رونما ہو جائیگی جب انسان یہ سمجھتا ہے۔ کہ میں کسی کا غلام ہوں۔ تو وہ کہتا ہے مجھے کیا زمین الٹی ہو یا سیدھی آسمان گرے یا قائم رہے۔ فائدہ تو مالک کو ہے میں کیوں تکلیف اٹھاؤں۔ میں سمجھتا ہوں۔ وہ لیڈر لیڈر نہیں ہونگے۔ بلکہ

## اپنی قوم کے دشمن

ہونگے جو ان حالات کے بدلنے کے امکان پیدا ہونے پر بھی چھوٹی چھوٹی باتوں کی وجہ سے ضد کر کے بیٹھ جائیں۔ اور ان معمولی معمولی باتوں میں اس اہم ترین موقع کو ضائع کر دیں کہ فلاں کو کانفرنس میں کیوں لیا گیا اور فلاں کو کیوں نہیں لیا گیا۔ لوگ تو اپنے جسم کو بچانے کے لئے اپنے اور اپنے بچوں کے اعضا تک کٹوا دیتے ہیں۔ لیکن یہاں یہ سوال پیدا کئے جا رہے ہیں کہ فلاں کو نمائندہ سمجھا جائے اور فلاں کو نہ سمجھا جائے۔ فلاں کو شامل کیا جائے۔ اور فلاں کو شامل نہ کیا جائے حالانکہ جس شخص کے دل میں حقیقی درد ہوتا ہے۔ وہ

## ہر قسم کی قربانی کر کے

اپنی قیمتی چیز کو بچانے کی کوشش کیا کرتا ہے۔ یہودی تاریخ میں ایک مشہور واقعہ آتا ہے۔ لکھا ہے۔ کہ حضرت سلیمان علیہ السلام اپنے والد کی زندگی میں ایک موقع پر جج کے طور پر کام کر رہے تھے کہ دو عورتیں اُن کے پاس اپنا مقدمہ لے کر آئیں وہ دونوں ایک شخص کی بیویاں تھیں۔ اور دونوں اپنے کسی رشتہ دار سے ملنے کے لئے اکٹھی روانہ ہوئیں دونوں کا ایک ایک بیٹا تھا۔ راستہ میں وہ جنگل میں سے گذر رہی تھیں کہ ایک مقام پر بھیڑیا حملہ کر کے اُن میں سے ایک کا بیٹا اٹھا کر لے گیا۔ جس عورت کا بیٹا بھیڑیا اٹھا کر لے گیا تھا اُسے جب یہ بات معلوم ہوئی تو اس نے فوراً دوسری عورت کا بیٹا اٹھا لیا اور کہا یہ میرا بچہ ہے چونکہ خاوند سفر پر گیا ہوا تھا۔ اور سال دو سال اُسے گذر چکے تھے وہ سمجھتی تھی کہ اگر خاوند واپس آیا تو وہ پہچان نہیں سکیگا کہ یہ بیٹا اس کا نہیں بلکہ دوسری کا ہے۔ اُسے یہ بھی خیال تھا کہ اگر میرا بیٹا نہ ہوا تو خاوند میری سوت سے محبت کرنے لگ جائیگا اور میری طرف اس کی توجہ کم ہو جائیگی اس وجہ سے اُس نے

## اپنی سوت کا بچہ

اٹھا لیا اور کہا کہ یہ میرا ہے۔ اس پر دونوں میں لڑائی شروع ہو گئی۔ ایک کہتی یہ میرا بچہ ہے۔ اور دوسری کہتی کہ یہ میرا بچہ ہے۔ مقدمہ کئی قاضیوں کے پاس گیا مگر سب حیران تھے کہ ہم کیا کریں۔ دو گواہ ہیں تیسرا آدمی کوئی گواہی دینے والا نہیں اور دونوں آپس میں لڑ رہی ہیں۔

اب اس جھگڑے کا کس طرح فیصلہ کیا جائے۔ آخر یہ معاملہ حضرت سلیمان علیہ السلام کے پاس پہنچا۔ انہوں نے سنتے ہی پتہ لگا لیا کہ اس مقدمہ کا دلائل سے ثابت کرنا بالکل ناممکن ہے۔ انہوں نے بھولے پن سے جیسے کوئی بالکل ناواقف ہوتا ہے۔ کہا کہ اس میں لڑائی کی کونسی بات ہے۔ خواہ مخواہ تم جھگڑ رہی ہو سیدھی بات ہے۔ میں ابھی چھری منگوا کر اس

## بچے کو آدھا آدھا

کر دیتا ہوں۔ اور تم دونوں میں بانٹ دیتا ہوں۔ جب حضرت سلیمان علیہ السلام نے اس طرح فیصلہ دیا۔ تو وہ جو سوتیلی ماں تھی اُس نے سمجھا کہ میرا لڑکا تو مر ہی چکا ہے اگر یہ بھی مر گیا تو ہم دونوں برابر ہو جائینگی۔ اُس نے کہا ہاں یہی انصاف ہے۔ مگر جو اصلی ماں تھی اس نے کہا حضور یہ جھوٹ بول رہی تھی یہ اس کا بچہ ہے میرا نہیں۔ آپ اسی کو دیدیں اور اسے ذبح نہ کریں۔ حضرت سلیمان علیہ السلام نے اس پر وہ بچہ اصلی ماں کے حوالے کر دیا اور کہا یہ تیرا ہی بچہ ہے۔ اس عورت کا نہیں جو اسے کاٹنے پر خوش ہو رہی تھی۔ تو دیکھو سچی محبت میں انسان اپنی چیز بچانے کے لئے

## ہر قسم کی قربانی کرنے کیلئے تیار

ہو جاتا ہے۔ یہاں چالیس کروڑ انسان غلامی میں مبتلا ہے۔ چالیس کروڑ انسان کی ذہنیت نہایت خطرناک حالت میں بدل چکی ہے۔ نسلاً بعد نسلٍ وہ ذلت اور رسوائی کے گڑھے میں گرتے چلے جاتے ہیں۔ وہ انگریز جس نے ہندوستان پر قبضہ کیا ہوا ہے۔ وہ

## ہندوستان کو آزادی دینے کا اعلان

کر رہا ہے۔ لیکن سیاسی لیڈر آپس میں لڑ رہے ہیں۔ کہ تمہارے اتنے ممبر ہونے چاہئیں اور ہمارے اتنے۔ اگر

## ہندوستان کی سچی محبت

ان کے دلوں میں ہوتی تو میں سمجھتا ہوں۔ اُن میں سے ہر شخص کہتا کہ کسی طرح ہندوستان آزاد ہو جائے۔ کسی طرح چالیس کروڑ انسان غلامی کے گڑھے سے نکل آئے چلو تم ہی سب کچھ لے لو مگر ہندوستان کی آزادی کی راہ میں روڑے مت اٹکاؤ لیکن بجائے اس کے کہ انہیں

ہندوستان کی آزادی کا فکر ہو۔ انہیں چالیس کروڑ انسانوں کی غلامی کی زنجیریں کاٹنے کا احساس ہو۔ وہ معمولی معمولی باتوں پر آپس میں لڑ رہے ہیں۔ پس ہماری جماعت کے دوستوں کو چاہیئے۔ کہ وہ ان دنوں میں

## خاص طور پر دعائیں

کریں۔ کہ اللہ تعالیٰ ان لوگوں کو ہدایت دے۔ انکی بینائی کو تیز کرے۔ اور

## وہ خدائی تحریک جو میرے خطبہ کے نتیجہ میں

پیدا ہوئی ہے۔ اس سے انہیں فائدہ اٹھانے کی توفیق عطا کرے۔ ایسا نہ ہو۔ کہ وہ اپنی غفلت اور کوتاہی سے اس اہم موقع کو ضائع کر دیں۔ اور وہ مزید بیس یا پچاس یا سو سال تک ہندوستان کو غلامی کے گڑھے میں دھکیلنے والے بن جائیں۔ بے شک ایسی حالت میں ان کی لیڈریاں قائم رہینگی۔ مگر ملک غلام کا غلام بنا رہے گا۔ اور میں تو کہتا ہوں۔ ہر شریف انسان اپنی لیڈری پر لعنت بھیجنے سے بھی زیادہ کے لئے تیار ہوگا۔ اگر اس کا ملک غلامی میں پڑا رہے۔ اور وہ اپنی لیڈری کے خیال میں مست رہے۔ ہم ایک قلیل جماعت ہیں۔ اور ہم ان حالات کو دیکھنے کے باوجود کچھ کر نہیں سکتے۔ لیکن ہماری جماعت یہ دعا ضرور کر سکتی ہے کہ اے خدا خواہ مسلمان لیڈر ہوں یا ہندو۔ تو ان کی آنکھیں کھول اور انہیں اس بات کی توفیق عطا فرما کہ وہ ہندوستان کی

## چالیس کروڑ غلاموں کی زنجیریں

کاٹنے کے لئے تیار ہو جائیں۔ کیونکہ یہ نہ صرف ہمارے لئے مفید ہے۔ بلکہ آئندہ دنیا کے امن کے لئے بھی مفید ہے۔ اگر اس موقع پر لڑنا جائز ہوتا۔ تو انگریز کو لڑنا چاہیئے تھا۔ مگر خدا تعالیٰ کی قدرت ہے۔ وہ وائسرائے جو انگلستان کی طرف سے ہندوستان پر حکومت کرنے کے لئے آیا ہوا ہے۔ وہ کہتا ہے۔ کہ میں ہندوستان کو آزاد کرتا ہوں۔ انگلستان کا صناع جو ہندوستان کو لوٹ کر اپنی صنعت کو فروغ دے رہا ہے۔ وہ کہتا ہے۔ کہ میں ہندوستان کو آزاد کرنے کے لئے تیار ہوں۔ انگلستان کی وہ ٹوری گورنمنٹ جو ہندوستان پر ہمیشہ جبری حکومت کے لئے کوشش کرتی چلی آئی ہے۔ وہ کہتی ہے۔ کہ میں ہندوستان کو آزادی دینے کے لئے تیار ہوں۔ انگلستان کی لیبر پارٹی جو نئی پارٹی ہے۔ اور جسے برسر اقتدار آنے کا پہلا موقع ملنے والا ہے۔ یا ممکن ہے کچھ دیر بعد ملنے والا ہو۔ وہ بھی اعلان کر رہی ہے۔ کہ ہم ہندوستان کو آزادی دینے کے لئے تیار ہیں۔ انگلستان کے پریس کا بیشتر حصہ خواہ ٹوری ہو یا لیبر ہو یا لیبرل ہو۔ شور مچا رہا ہے۔ کہ ہندوستان کو آزادی دے دی جائے۔

## امریکہ اور فرانس اور دوسرے ممالک

جن کا براہ راست ہندوستان سے کوئی واسطہ نہیں۔ وہ بھی شور مچا رہے ہیں کہ ہندوستان کو آزادی دے دی جائے۔ لیکن اگر انگلستان ہندوستان کو آزادی دینے کے لئے تیار ہے۔ تو ہندوستان کے اپنے بعض سپوت آزادی لینے کے لئے تیار نہیں ہیں۔ پس ان دنوں میں اللہ تعالیٰ سے خاص طور پر دعائیں کرو۔ کہ جن لوگوں کے ہاتھ میں یہ معاملات ہیں۔ اللہ تعالیٰ انہیں اس بات کی توفیق عطا فرمائے۔ کہ وہ راہ راست پر آجائیں۔ اور ہندوستانی غلاموں کی زنجیروں کو کاٹ کر وہ ہندوستان کو اعلیٰ مقام پر پہنچانے والے ثابت ہوں۔ اسی سلسلہ میں میں

## اپنے ایک رؤیا کا ذکر

کرنا چاہتا ہوں۔ جو نہایت عظیم الشان طور پر پورا ہوا ہے۔ غالباً ۸ یا ۹ اپریل کی بات ہے۔ میں ان دنوں لاہور میں تھا۔ کہ میں نے یہ رویا دیکھا۔ اور میں نے لاہور میں ہی جماعت کے کئی دوستوں کو سنا دیا۔ اس کے بعد یہاں بھی اپنی مجلس میں میں نے اس رویا کا ذکر کیا۔ تین چار سو کا مجمع تھا۔ جس میں میں نے اپنے اس خواب کو بیان کیا۔ لیکن مجھے افسوس ہے۔ کہ جیسے ہمارے ہندوستانی لوگوں پر کام کرتے وقت عام طور پر نحوست اور سستی چھا جاتی ہے۔ یہی نقص ہماری جماعت کے بعض لوگوں میں بھی پایا جاتا ہے۔ چنانچہ دس بارہ دن کے بعد جب میں نے دریافت کیا۔ کہ اس دن کی خوابوں والی ڈائری میرے پاس کیوں نہیں آئی۔ تو ڈائری نویسی کے محکمہ نے اطلاع دی۔ کہ ہمارے ڈائری نویس صاحب معذرت کرتے ہیں اور کہتے ہیں۔ کہ چونکہ دو دن پہلے آپ بیمار تھے۔ اور مسجد میں تشریف نہیں لائے تھے۔ اس لئے انہوں نے فرض کر لیا۔ کہ آپ تیسرے دن بھی تشریف نہیں لائینگے۔ اور اس طرح وہ ڈائری قلمبند ہونے سے رہ گئی۔ بہر حال تین چار سو کے مجمع میں میں نے اپنے اس خواب کو بیان کر دیا تھا۔ اور لاہور میں بھی کئی دوستوں کے سامنے اس کا ذکر کیا تھا۔ وہ رویا یہ تھا کہ



## ابوالکلام صاحب آزاد

کے متعلق مجھے بتایا گیا۔ کہ قریب عرصہ میں ان کی ذات کے متعلق ایک عظیم الشان واقعہ ہونے والا ہے۔ میں نے اس رویا کی تعبیر یہ بتائی تھی۔ کہ انسانی زندگی میں دو ہی واقعات عظیم الشان

ہوتے ہیں۔ یا تو اس کا مرجانا اور یا جس کام میں وہ مشغول ہو۔ اس میں اُسے کسی عظیم الشان خدمت کا موقع مل جانا۔ پس میں نے کہا تھا کہ یا تو اس خواب میں اُن کی موت کی طرف اشارہ ہے۔ یا آزاد ہو جانے اور کسی بڑے کام کا موقع پانے کی طرف۔ اس رویاء کے دو ماہ کے بعد ایسے حالات پیدا ہوئے کہ لارڈ ویول کی طرف سے ہندوستان کی آزادی کا سوال پیش کیا گیا۔ اور چونکہ خدا نے اس رویا کو پورا کرنا تھا۔ اس لئے اُس نے

## اس رویا کو نمایاں طور پر پورا کرنے کے سامان

اس طرح پیدا کئے کہ لارڈ ویول نے جن کو دعوت نامے بھیجے ان میں ابوالکلام صاحب آزاد کا نام نہیں تھا۔ گاندھی جی کو جب معلوم ہوا تو انہوں نے شمولیت سے انکار کر دیا۔ اور کہا کہ میں کانگرس کا نمائندہ نہیں۔ کانگرس کے صدر مولانا ابوالکلام آزاد ہیں۔ آپ مجھے ایک غیر جانبدار شخص کے طور پر بلا سکتے ہیں۔ مگر کانگرس کی نمائندگی کے لئے آپ ابوالکلام صاحب آزاد کو بلائیں۔ چنانچہ اس کے بعد لارڈ ویول کی طرف سے

## ابوالکلام صاحب آزاد کو بھی دعوت

دیگئی۔ اب چاہیں تو وہ اس موقع سے فائدہ اُٹھالیں۔ اور چاہیں تو اس کو ضائع کر دیں۔ بہرحال اس میں کوئی شبہ نہیں کہ ہندوستان کی سیاسی زندگی میں یہ سب سے اہم موقع ہے۔ جو مولانا ابوالکلام صاحب آزاد کو ملا ہے۔ اس وقت ہندوستان کی آزادی کا سوال پیش ہے۔ اگر وہ اس کو رد کر دیں تب بھی یہ ایک بڑا واقعہ ہے۔ جو اُن کی طرف منسوب ہوگا۔ اور اگر وہ اس سے فائدہ اُٹھا کر ہندوستان کو آزاد کرا دیں تب بھی یہ ایک بڑا واقعہ ہے۔ جو ان کی طرف منسوب ہوگا۔ اگر وہ اس کو رد کر دینگے تو

## آئندہ آنے والی نسلیں

ہمیشہ اُن پر لعنت کرینگی کہ ہندوستان کو آزادی حاصل ہونے والی تھی۔ مگر ابوالکلام صاحب آزاد کی وجہ سے آزادی نہ ملی۔ اور اگر وہ اس کوشش میں کامیاب ہو گئے اور انہوں نے سمجھوتہ کرا دیا تو آئندہ آنے والی نسلیں اُن کے لئے دعائیں کرینگی کہ خدا ابوالکلام پر رحمت کرے کہ جب ہندوستان کی آزادی کا سوال آیا تو انہوں نے اس موقعہ سے فائدہ اُٹھاتے ہوئے ایسی طرز پر کام کیا کہ ہندوستان کو آزادی نصیب ہو گئی۔ ہمارے ہاں مشہور ہے کہ کوئی شخص حج کیلئے گیا تو چشمہ زمزم میں پیشاب کرنے بیٹھ گیا۔ لوگوں نے یہ دیکھ کر اُسے مارا پیٹا اور کہا کہ نامعقول تو نے یہ کیا حرکت کی ہے۔ اس نے جواب دیا کہ بات اصل میں یہ ہے کہ میں ہمیشہ سوچا کرتا تھا کہ کوئی ایسا کام کروں جس سے میری شہرت ہو جائے۔ جو بھی لیاقت کا کام ہوتا میں دیکھتا کہ ہزاروں آدمی مجھ سے زیادہ لائق ہیں۔ اور میں اُن کے مقابلہ میں کوئی شہرت حاصل نہیں کر سکتا۔ آخر میں یہاں حج کرنے کے لئے آیا تو مجھے خیال آیا یہ کام آج تک کسی نے نہیں کیا ہوگا۔ اگر میں ایسا کروں تو میری دنیا میں خوب شہرت ہو جائے گی۔ تو بڑے کام بُرے بھی ہوتے ہیں۔ اور اچھے بھی۔ بہرحال یہ

## ایک ایسا موقع ابوالکلام صاحب آزاد کو ملا ہے

کہ اگر وہ اس کو رد کر دیں تب بھی اتنا بُرا کام اور کسی نے نہیں کیا ہوگا۔ اور اگر وہ اس سے فائدہ اٹھائیں اور اس تحریک کو قبول کر لیں تب بھی اتنا اچھا کام پچھلی کئی صدیوں میں کسی نے نہیں کیا ہوگا۔ پس وہ رویاء اس صورت میں پورا ہو چکا ہے۔ مگر مجھے افسوس ہے۔ کہ ڈائری نویسوں کی سستی کی وجہ سے وہ رویاء شائع نہیں ہوا۔ بہرحال اُس روز قادیان کے تین چار سو افراد مسجد اقصیٰ کی مجلس میں موجود تھے۔ جنہوں نے یہ رؤیا میری زبان سے سنا اور وہ

## اس رویاء کی صداقت کے گواہ

ہیں۔ غرض اللہ تعالیٰ کی یہ بڑی بھاری حکمت معلوم ہوتی ہے کہ اول میں نے ہندوستان کی آزادی کے متعلق خطبہ پڑھا پھر میری آواز چوہدری ظفر اللہ خان صاحب کے ذریعہ انگلستان پہنچی۔ اور پریس میں ایک شور مچ گیا اس کے بعد لارڈ ویول ہندوستان کی آزادی کے متعلق تجاویز لے کر انگلستان گئے اور وزارت سے دیر تک بحث کرتے رہے اسی دوران میں پارلیمنٹ کے نئے انتخابات کا سوال آگیا اور آخر کنزرویٹو پارٹی اسباب پر مجبور ہو گئی کہ وہ جلد سے جلد اس سوال کو اٹھائے۔ پھر خدا تعالیٰ نے مجھے

## قبل از وقت خبر

دیدی کہ ابوالکلام صاحب آزاد کی زندگی سے ایک بہت بڑا کام وابستہ ہے چنانچہ انہی کی پریذیڈنٹی میں یہ سوال اٹھا۔ حالانکہ اگر وہ فوت ہو جاتے یا پریذیڈنٹ بدل جاتا تو یہ کام اُن کی طرف منسوب نہ ہو سکتا۔ پس یہ تمام واقعات خدائی مشیت کے ماتحت ہوئے ہیں۔ اور اُس کے نشانات میں سے یہ ایک عظیم الشان نشان ہے۔ جو ظاہر ہوا ہے۔ یہ نشانات جو متواتر اللہ تعالیٰ کی طرف سے ظاہر ہو رہے ہیں ہماری جماعت کے مخلصین کے ایمانوں میں زیادتی کا موجب ہونے چاہئیں اور انہیں دیکھنا چاہئے کہ کس طرح یکے بعد دیگرے اللہ تعالیٰ اُنکے لئے ایسے نشانات ظاہر کر رہا ہے جو انسانی طاقت و قوت سے بالکل بالا ہیں اسکے نتیجہ میں ہماری جماعت کو اپنے اخلاص اور اپنے ایمان اور اپنی قربانیوں میں نمایاں طور پر ترقی کرنی چاہئے۔

---

نوٹ:۔ افسوس ہے کہ حضرت امیرالمومنین ایدہ اللہ بنصرہ العزیز کے خطبہ کا آخری حصہ جو جماعت کے متعلق ہے۔ قلت گنجائش کی وجہ سے شائع نہیں کیا جا سکا۔ انشاء اللہ اسے دوسرے پرچے میں شائع کر دیا جائے گا۔ (ایڈیٹر)